



اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فضائل میں اشتراک

محمد نعمان فاروقی

نبی کریم ﷺ اپنے لیے وہی مقام اور مرتبہ پسند فرماتے تھے جو اللہ نے آپ کو عطا کیا تھا۔ از حد محبت سے جنم لینے والے غلو کو آپ ﷺ نے اپنے لیے بھی پسند نہیں فرمایا، چہ جائیکہ کوئی آپ کے صحابہ یا اہل بیت کے متعلق غلو اور مبالغہ آرائی سے کام لے۔ غلو سے احتیاط کے متعلق چند فرامین نبویہ یہ ہیں:

① بنو عامر کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو شرکائے وفد نے بایں الفاظ عقیدت کے پھول نچھاور دیے: ”آپ ہمارے سردار ہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حقیقی سردار اللہ تعالیٰ ہے۔“ انہوں نے عرض کیا: ”آپ ہم سب سے انتہائی برتر، افضل ترین اور صاحبِ جو دو ستا ہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا:

«قُولُوا بِقَوْلِكُمْ أَوْ بَعْضَ قَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِبَنَّكُمْ الشَّيْطَانُ»^۱

”اپنی بات یا اس سے کچھ ملتی جلتی کہہ لیا کرو لیکن شیطان تمہیں کسی صورت اپنے جال میں نہ پھنسالے۔“ یعنی ہمارے سردار جیسے الفاظ کہنے ہیں تو شیطان کے حملوں سے محفوظ بھی رہنا ہے۔

② ایک حدیث میں ہے: «أَنَا مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولُ اللَّهِ، وَاللَّهِ مَا أَحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَا رَفَعَنِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ»^۲ ”میں محمد بن عبد اللہ، اللہ کا رسول ہوں، اللہ کی قسم! مجھے پسند نہیں کہ تم مجھے اس مقام سے بلند تر کرو جس پر اللہ نے مجھے فائق کیا ہے۔“

③ ایک اور حدیث میں ہے: «لَا تُظْرُونِي كَمَا أَطْرَبَ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ»^۳

”تم مجھے اس قدر بڑھا چڑھا نہ دینا جیسے عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھا چڑھا دیا تھا۔“

یہ مبالغہ آرائی دین کے نام پر ہوتی ہے، اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے دین کے کسی بھی معاملے میں غلو سے روکتے ہوئے ارشاد فرمایا: «إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ...»^۴ ”دین میں غلو کرنے سے بچو۔“

۱ سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في كراهية التماذج: ۳۸۰۶

۲ مسند احمد بن حنبل: ۳/۲۲۱

۳ صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله واذكر في الكتاب مريم: رقم ۳۳۴۵

۴ مسند أحمد، مسند بني هاشم: رقم ۳۲۳۸

یہود کٹ جتی، ضد اور تعصب کی وجہ سے عذاب میں گرفتار تھے تو نصاریٰ کی ہلاکت خیزی ان کے غلو کے باعث ہوئی۔ جب دین کے کسی حکم میں، کسی معاملے میں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات میں غلو اور از حد مبالغہ آرائی سے روکا گیا ہے تو پھر آپ کے اہل بیت یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں غلو کی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے؟

شخصیات میں غلو جہاں عقیدے میں خلل کا باعث بن سکتا ہے وہاں غیر اللہ کی محبت کو اللہ کی محبت پر غالب بھی کر سکتا ہے، اور عموماً ایسا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے شخصیات جس قدر بھی عظیم الشان اور جلیل القدر ہوں ان کے بارے میں افراط و تفریط سے ہٹ کر اسلام کا اعتدال پسندانہ طرز فکر کسی صورت دھندلانا نہیں چاہیے۔

قرآن و حدیث میں جن کے جو فضائل ثابت ہیں انھیں افراط و تفریط کے بغیر قبول کرنا چاہیے۔

یہاں یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ فضائل و مناقب کے باب میں قرآن و سنت کی نصوص ہی معتبر ہیں۔ اور فضائل دو طرح کے ہیں:

۲۔ خصوصی فضائل و مناقب

۱۔ عمومی فضائل و مناقب

① عمومی فضائل کی بھی دو قسمیں ہیں:

الف) ایک تو وہ فضائل ہیں جو قرآن و سنت میں اہل بیت یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ثابت ہیں، ان فضائل سے نہ تو اپنے طور پر کسی کو محروم رکھا جا سکتا ہے اور نہ کسی کو اپنی مرضی سے حقدار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ نہ کوئی اپنی مرضی سے شرف صحابیت حاصل کر سکتا ہے اور نہ کسی صحابی کو اس سے محروم رکھا جا سکتا ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ کئی لوگ جلیل القدر صحابہ کو شرف صحابیت سے محروم کرنے کی اور جو صحابی نہیں تھے جیسے جناب ابوطالب، تو ان کو صحابی بنانے کی سعی لا حاصل میں لگے رہتے ہیں۔

ب) عمومی فضائل میں دوسری قسم ایسے اوصاف پر مشتمل ہے جس میں ہر امتی شریک ہو سکتا ہے جیسے محسنین، متقیین، مستقدین اور مؤمنین وغیرہ۔

② خصوصی فضائل و مناقب سے مراد وہ فضائل ہیں جو اہل بیت یا صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے لیے یا امت کے کسی خاص فرد کے لیے ثابت ہیں جیسے اولیس قرنی اور امام مہدی کے بارے میں۔

فضائل کے باب میں چونکہ اعتبار نصوص اور روایت کا ہے کیونکہ فضائل اجتہاد سے ثابت نہیں ہوتے، اس لیے قرآن و سنت میں جس جس کے عمومی یا خصوصی جو جو فضائل ثابت ہیں انھیں اپنے اصلی مفہوم میں سمجھنا، ان کا اظہار کرنا اور ان کے بارے میں اپنے ذاتی رجحانات سے بچنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل سے گریزاں رہے، بلکہ انکار کرے تو ایسے کج فکر شخص کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اہمیت قرآن و سنت کو نہیں بلکہ اپنے رجحان و میلان کو دے رہا ہے۔ اور یہی حال اس کا ہو گا جو اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا کرے۔

اگر قرآن و سنت کے مطابق ذہن بنایا ہو تو پھر ہر ایک کے بارے میں روایت اور طرز فکر عادلانہ اور یکساں ہونا چاہیے۔ مگر ہمارے ہاں عموماً ذاتی اور حزبی رجحانات غالب ہوتے ہیں اور ہم ہر بات، واقعے اور سانحے کو اپنا، خود ساختہ میزان میں تولنے کے عادی ہیں۔

جس دن نبی کریم ﷺ کے لخت جگر ابراہیم اس دنیا سے رخصت ہوئے، اسی دن سورج گرہن ہوا۔ لوگ کہنے لگے کہ سورج گرہن ابراہیم کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا»^۱

”سورج اور چاند نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے گہناتے ہیں اور نہ کسی کی زندگی کی وجہ سے بلکہ وہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جب تم اللہ کی نشانیاں دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔“

لوگوں کا جو موقف سامنے آیا، وہ ابراہیم کی وفات کے باعث سورج گرہن کا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ چاند کو بھی ملایا اور دوسری طرف موت کی ضد زندگی کا تذکرہ کیا اور پھر ایسے موقف کی کھلی تردید کر دی جو کائنات کے کسی تصرف کو کسی عظیم شخصیت کی موت و حیات سے منسلک کرتا ہو۔ یہ فکری تربیت فرما کر اس کائنات میں اللہ کے سوا کسی کے تصرف کی کھلی نفی فرمادی۔

اگر کئی لوگوں نے کائنات کی ان نشانیوں کو تو کیا، خود کائنات ہی کو مخلوق میں سے کسی کے رحم و کرم پر مانا ہوا ہے اور وہ معمولی تصرف تو کیا پوری کائنات کا متصرف کسی اور کو مانتے ہوں تو ایسے نظریے کے اسلام سے متصادم ہونے کے لیے اور کون سی دلیل درکار ہے...؟

ذیل میں ہم ایک موازنہ پیش کرنا چاہتے ہیں جس کا مدعا یہ ہے کہ قرآن و سنت میں اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایسے فضائل جن میں باہمی طور پر معنوی مشابہت پائی جاتی ہے حتیٰ کہ بعض فضائل میں لفظی مشابہت بھی موجود ہے، وہ سامنے لائے جائیں تاکہ لوگوں کی یہ ذہن سازی ہو سکے کہ یہ دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو اور کرنیں ہیں۔ اگر اہمیت زبان نبوت و رسالت کو دی گئی ہے تو پھر اس سے صادر ہونے والے

ایک ایک حرف کو اہمیت حاصل ہونی چاہیے۔ پھر اپنے ذاتی رجحانات اور پسند و ناپسند اس کے تابع ہونی چاہیے اور اگر اہمیت اپنے نظریات اور شخصیات کے خود ساختہ تصور کو دی گئی ہے تو اس کے لیے قرآن و سنت کے دلائل کی یا انھیں تاویلوں کی بھیئت چڑھانے کی ضرورت نہیں، اس کے لیے انسان کا نفس ہی کافی ہے جو اسے دین کے معاملے میں بھی ذاتی چاہتوں کا سرور دیتا رہتا ہے اور اسے مطمئن بھی رکھتا ہے۔

ذیل میں اہل بیت اور صحابہ کرام، دونوں کے ملتے جلتے فضائل کو پیش کر کے، ان کا تقابلی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس موازنے سے دعوت کسی خاص فریق کو نہیں، ہر ایک کو ہے!!

اول: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

نبی کریم ﷺ نے غدیر خم کے موقع پر فرمایا تھا کہ ”میں تم میں دو گراں مایہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: ایک کتاب اللہ اور دوسری میرے اہل بیت۔“ حدیث طویل ہے، اسی میں آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ”أَذْكُرْكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي“ ”میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔“

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إِحْفَظُونِي فِي أَصْحَابِي“ ”میرے صحابہ کے بارے میں میرا خیال رکھو۔“ اسی طرح فرمایا: ”لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي“ ”میرے صحابہ کے بارے کوئی بھی نازیبا انداز اختیار نہ کرو۔“^۱

موازنہ: اہل بیت کے بارے میں فرمایا کہ اللہ کی یاد دلاتا ہوں اور صحابہ کے بارے میں فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں میری لاج رکھنا۔ اہل بیت کے بارے میں اس حکم کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ ان کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ ان کے بارے میں نامناسب ذہن یا رویہ نہ رکھا جائے۔ اور ”إِحْفَظُونِي فِي أَصْحَابِي“ کا بھی قریب قریب یہی مفہوم ہے۔ کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے تو محتاط رویہ رکھے اور ان کی شان بیان کرے مگر اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں غیر محتاط رویہ رکھے تو وہ غلط ہے۔ اور اگر کوئی اہل بیت کا ادب و احترام و درشان بیان کرے مگر صحابہ کے بارے میں غیر محتاط رویہ اختیار کرے تو وہ بھی غلط ہے کیونکہ زبان نبوت سے دونوں کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کرنے کی تعلیم ہے حتیٰ کہ قرآن مجید میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ بعد والے

۱ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن ابی طالب: رقم ۶۲۴۵

۲ سنن ابن ماجہ، أبواب الأحکام، باب الرجل عنده الشهادة لا يعلم بها صاحبها: رقم ۲۳۶۳

۳ صحیح البخاری، کتاب أصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذًا خليلًا: رقم ۳۶۴۳

یہی دعا کرتے ہیں:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾ (الحشر: ۵۹: ۱۰)

”اے ہمارے رب! ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی کینہ نہ رکھنا۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بہت ہی شفقت اور رحم فرمانے والا ہے۔“

دوم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

غدير خم والی سابقہ حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ

«إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضَلُّوا بَعْدِي، الثَّقَلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخِرِ كِتَابُ اللَّهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِزَّتِي أَهْلُ بَيْتِي الْأَوَّلِ وَإِتْمَانُهُمْ لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَى الْحَوْضِ»

”میں تم میں وہ کچھ چھوڑ کے جا رہا ہوں اگر تم اسے چھو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے، وہ دو انتہائی گرامیہ ہیں۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ اللہ کی کتاب جو رسی کی شکل میں آسمان سے زمین تک پھیلا دی گئی ہے اور میرے اہل بیت۔ اور بے شک وہ دونوں جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے۔“

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نماز فجر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بڑا فصیح و بلیغ خطاب فرمایا۔ اس کی اثر آفرینی یہ تھی کہ آنکھیں اٹک بار اور دل سہمے ہوئے تھے۔ اسی وعظ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَسْبِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي، يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ بَعْدِي عَضُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ...»

۱ مسند أحمد: مسند الأنصار، حدیث زید بن ثابت: ۱۳۳۳، رقم ۲۱۵۷۸

۲ السلسلة الصحيحة للشيخ محمد ناصر الدين الألباني: رقم ۲۴۳۵

”میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سچ و طاعت کی تلقین کرتا ہوں اگرچہ تمہارا امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تو تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا، لہذا تم میری اور میرے بعد میرے خلفاء کی سنت اور طریقے کو اختیار کرنا، وہ خلفاء جو بھلائی کے خوگر اور اسی کو ترویج دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں۔ تم انتہائی مضبوطی سے اسے تھام کر رکھنا۔“

موازنہ: «عِثْرِي» والی حدیث میں بھی یہ الفاظ نبوی ہیں کہ ”قرب ہے کہ میرے رب کا فرشتہ (پیغام وفات لے کر) آجائے اسی طرح خلفائے راشدین والی حدیث میں بھی صحابہ نے وعظ کی اہمیت سے یہی سمجھا کہ کَأَنَّهَا مَوْعِظَةٌ مَوْدَعٌ“ گویا کہ یہ الوداعی وعظ ہے۔“ اور صحابہ نے آپ ﷺ سے اس کا اظہار بھی کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے وہ الفاظ ارشاد فرمائے جو اوپر درج ہیں۔ گویا نبی ﷺ نے بھی یہ تسلیم کیا کہ یہ آخری وعظوں میں سے ہے۔ اور حدیث غدیر خم بھی ۱۰ ہجری کے آخری مہینے یعنی ذوالحجہ کی بات ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے اہل بیت اور خلفائے راشدین دونوں کی اطاعت و وابستگی کو ہدایت قرار دیا اور ان سے وابستگی کو گمراہی سے تحفظ قرار دیا۔ یاد رہے! اہل بیت میں آپ ﷺ کی ازواج شامل ہیں۔ اگر انہیں یا ان سے مروی احادیث مبارکہ کو دین سے نکال دیا جائے تو دین میں ایک بہت بڑا خلا نظر آتا ہے۔ جو بجائے خود گمراہی کا ایک بہت بڑا سبب بن سکتا ہے۔

ہاں! جیسے خلفاء کے ساتھ راشدین (صحیح راہ نما) اور مہدیین (ہدایت یافتہ) ہونے کی قید لگائی گئی ہے، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خلفاء، صحابہ اور اہل بیت میں سے اسی فعل کی اتباع ہوگی جو مذکورہ اوصاف راشدہ کا حامل ہو، بصورت دیگر کسی وقتی یا ذاتی فیصلے میں ان کی اتباع کی پابندی ضروری نہیں۔ جیسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں طلاق کی شرح میں اضافے کے پیش نظر طلاق ثلاثہ کو ایک قرار دے دیا۔

«تَوَكَّتْ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ...» والی حدیث کو بھی ملائیں تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ جلیل القدر شخصیات میں سے جس جس کا اقدام کتاب و سنت کے موافق ہے، اسے قبول کرنا ہے اور ناموافق کو چھوڑ دینا ہے۔ جیسے ہم نماز میں درود ابراہیمی میں آل ابراہیم پڑھتے ہیں، حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ آل ابراہیم میں سے مؤمن بھی تھے اور ظالم بھی۔ تو ظاہر ہے یہ دعایا تشبیہ ان ظالم آل ابراہیم کے لیے تو نہیں۔

اتنا ضرور ہے کہ خلفائے راشدین کے مقابلے میں «عِثْرِي» کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ کتاب اللہ اور «عِثْرِي» ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے اور دونوں اکٹھے ہی حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ یہ اہل بیت کی انفرادی شان ہے۔ مگر امت کے فکر و عمل کے اعتبار سے دونوں ہی اہمیت کے حامل

ہیں کیونکہ خلفائے راشدین کے بارے میں بھی یہ فرمایا گیا کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو۔ اور دوسری حدیث میں ”نجات یافتہ امت کا گروہ اسے قرار دیا گیا جس پر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ (بشمول اہل بیت رضی اللہ عنہم) ہیں۔“

نوٹ: حسب ذیل حدیث کو ضعیف ہونے کی بنا پر شامل نہیں کیا گیا:

«اللَّهُ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُ عَرَضًا بَعْدِي...»^۲

”میرے صحابہ کے بارے اللہ سے ڈر جاؤ۔ اللہ کو یاد رکھو، انھیں میرے بعد تختہ مشق نہ بنانا۔“
اسی طرح آپ ﷺ کی طرف منسوب اس قول کو من گھڑت ہونے کی بنا پر درج نہیں کیا گیا۔

«أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيْمِهِمْ أَقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ»^۳

”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔“

سوم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَعْضَبَهَا أَعْضَبَنِي»
”فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے انھیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔“

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث میں آپ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:
«إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ. وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقَ. وَوَأَسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوِي صَاحِبِي. مَرَّتَيْنِ فَمَا أُوذِيَ بَعْدَهَا»^۴
”بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف مجھے مبعوث فرمایا، تو تم نے میرے بارے میں کہا کہ تم غلط کہتے ہو اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے سچ فرمایا اور انہوں نے اپنی جان اور مال سے مجھے سپورٹ

۱ جامع الترمذی: أَبْوَابُ الْإِيمَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (بَابُ مَا جَاءَ فِي افْتِرَاقِ هَذِهِ الْأُمَّةِ)، رقم ۲۶۴۱، حسن

۲ السلسلة الضعيفة للشيخ محمد ناصر الدين الألباني: رقم ۲۹۰۱

۳ السلسلة الضعيفة: ۱۳۳/۱، رقم: ۵۸

۴ صحيح البخاري، كتاب أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب فاطمة رضي الله عنها: رقم ۳۷۶۷

۵ صحيح البخاري، كتاب أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ لولو كنت متخذًا خليلاً: ۲۶۲۱

کیا ہے تو کیا تم میرے لیے میرے رفیق ابو بکر صدیق کو چھوڑ سکتے ہو۔ یہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا۔ اس فرمان کے بعد پھر ابو بکر رضی اللہ عنہما کو کوئی اذیت نہیں دی گئی۔“

موازنہ: سیدہ فاطمہؓ کو ناراض نہ کرنے کی تلقین نبوی ہے تو دوسری طرف سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو ناراض کرنے پر نبی کریم ﷺ کا یہ انداز ان سے گہری محبت کا اظہار اور امت کو ان کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کرنے کی تلقین ہے۔ اسی لیے تو حدیث میں بھی الفاظ ہیں کہ پھر اس واقعے کے بعد انہیں اذیت نہیں پہنچائی گئی۔ سیدہ فاطمہ کے بارے میں بھی آپ نے اپنے جذبات کا اظہار اس وقت فرمایا جب سبب پیدا ہوا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی اس وقت آپ نے فرمایا جب سبب سامنے آیا۔ اسلوب مختلف ہیں اور مفہوم ایک!

چہارم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

سیدنا حسین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ»
 ”حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔“

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

سیدنا شعیبین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«هَذَا نِ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ، إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ»
 ”یہ دونوں (سیدنا ابو بکر و عمر) انبیاء و رسل عظام کے سوا ادھیڑ عمر میں فوت ہو کر جنت میں جانے والوں کے سردار ہوں گے۔“

موازنہ: پہلی حدیث میں جنتی نوجوانوں کے سردار سیدنا حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو بتایا گیا ہے اور دوسری میں سیدنا شعیبین کریمین رضی اللہ عنہما کو جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کا سردار بتایا گیا ہے۔ یاد رہے! پہلی حدیث میں اشارہ اور دوسری حدیث میں صراحت جنت میں نوجوانوں اور عمر رسیدہ لوگوں کی تقسیم سے یہ مراد ہے کہ جو عالم جوانی میں فوت ہوں گے اور جو ادھیڑ عمر میں فوت ہوں گے۔ کیونکہ جنت میں سب جوان ہی ہوں گے۔ اور

۱ جامع الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب أبي محمد الحسن بن علي بن أبي طالب... رقم ۳۷۸۸

۲ جامع الترمذی: أَبْوَابُ الْمُنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ (بَابُ إِقْتَدَاوِ بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ)، رقم ۳۶۶۵

شہین والی حدیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ پہلی امتوں اور اس امت کے جنتی افراد کے سردار ہوں گے سوائے انبیاء و مرسلین کے تو اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انبیاء و مرسل کے علاوہ سب کے سردار سیدنا ابو بکرؓ و عمرؓ ہوں گے اور جو انوں کے سردار سیدنا حسنؓ و حسینؓ ہوں گے۔ یہی دونوں احادیث مبارکہ کا صحیح مفہوم ہے۔ لیکن براہو تعصب کا کہ ایک کو جنت کا مالک بنا دیا گیا اور ایک کو اپنے طور پر جنت سے محروم کر دیا گیا۔

پہنجم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ»

”حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔“

اسی طرح نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی فرمایا:

«أَمَّا عَلِيٌّ فَهُوَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ»^۲

”رے علی! تو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔“

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْأَشْعَرِيَّيْنَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْعُرْوِ، أَوْ قَلَّ طَعَامٌ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ

عِنْدَهُمْ فِي تَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوا بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا

مِنْهُمْ»^۳

”اشعری قبیلے کے افراد ایسے ہیں کہ انہیں سفر میں کوئی ضرورت پیش آجائے یا شہر میں رہتے

ہوئے ان کا کھانا کنبے کو پورانہ آسکے تو وہ جتنے افراد ہوں ان کے پاس جو جو بھی ہو وہ کپڑے میں جمع

کر لیتے ہیں پھر ایک برتن سے بھر بھر کر آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ لہذا وہ مجھ سے اور میں

۱ جامع الترمذی: أَبَوَاتُ الْمَنَاقِبِ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ (بَابُ مَنَاقِبِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخِي عَلِيٍّ) ر، رقم ۳۷۷۵

۲ المستدرک للحاکم: ۱۳۰/۳

۳ صحیح البخاری: كِتَابُ الشَّرَكَةِ (بَابُ الشَّرَكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرْوِضِ) ر، رقم ۲۳۸۱

ان سے ہوں۔“

موازنہ: «هُوَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ» اظہارِ محبت کا ایک کلمہ ہے جو کسی کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے عربی میں مستعمل ہے۔ اگر یہ صرف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبانِ نبوت سے جاری ہوتا تو اس سے نہ جانے کیا کیا مطلب اخذ کیا جاتا۔ یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا ہے اور اپنے اسی تعلق کا اظہار کئی احادیثِ مبارکہ میں بعد والے اُمتیوں کے بارے میں بھی فرمایا ہے۔ اس قسم کے الفاظ صرف صحابہ کے لیے نہیں بعد والوں کے حق میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

”... اور جس نے حکمرانوں کے جھوٹ میں ان کی تصدیق نہ کی اور ظلم و جور پر ان کی مدد نہ کی تو ایسے

لوگوں کے بارے میں فرمایا: «هُمْ مِنِّي وَ أَنَا مِنْهُمْ» ”وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔“

زبانِ نبوت سے صادر ہونے والے ایک ہی طرح کے کلمات جو متعدد شخصیات کے بارے میں ہوں، ان سے علیحدہ علیحدہ مفہوم لینا درست نہیں۔

ششم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

حدیث مذکور میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا»^۱

”اللہ اس سے محبت کرے جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے۔“

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأُحِبُّهُمَا وَأُحِبُّ مَنْ يُحِبُّهُمَا»^۲

”بے شک میں ان دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتا ہوں، لہذا اے اللہ! تو بھی ان

سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو ان دونوں سے محبت کرے۔“

۱ مسند احمد بن حنبل: ۳۲۱/۳

۲ جامع الترمذی: أبواب المناقب، باب: رقم ۳۷۷۵، حسن

۳ جامع الترمذی: أبواب المناقب عن رسول الله (باب مناقب جعفر بن أبي طالب أخی علی)، رقم ۳۷۶۹

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

«اللَّهُمَّ حَبِّبْ عبيدَكَ هَذَا - يَعْنِي أَبَا هُرَيْرَةَ - وَأُمَّةً إِلَى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِينَ
وَحَبِّبْ إِلَيْهِمُ الْمُؤْمِنِينَ»^۱

”اے اللہ! اپنے اس عاجز سے بندے کو اور اس کی والدہ کو اپنے مومن بندوں کے ہاں محبوب بنا دے اور ان کے ہاں مومنوں کو محبوب بنا دے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”قیامت تک جو بھی مومن آئے گا، وہ مجھے دیکھے گا تو نہیں لیکن مجھ سے محبت ضرور کرے گا۔“

اسی طرح آپ ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا:

«فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ»^۲

”جو ان سے محبت کرے اللہ بھی ان سے محبت کرے اور جو ان سے بغض رکھے، اللہ بھی ان سے دشمنی رکھے۔“

ایک حدیث میں تو آپ ﷺ نے سیدنا حسن اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لیے وہی دعا فرمائی جو

اوپر مذکور ہے: «اللَّهُمَّ أَحِبَّهُمَا، فَإِنِّي أُحِبُّهُمَا»^۳

موازنہ: اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ سے محبت کا حصول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبت سے وابستہ کیا گیا ہے تو دوسری

طرف، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور جملہ انصار کو بھی اس بلند مقام پر فائز کیا گیا کہ جو ان سے محبت کرتا

ہے اللہ اس سے محبت کرے۔ لیکن ایک فرق ضرور ہے کہ انصار کے تذکرے میں انصار سے محبت کے ساتھ

ساتھ ان سے بغض و عداوت کی سزا بھی بتائی گئی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے

والے نہیں ہوں گے مگر انصار اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والے موجود ہوں گے۔ اگر دیکھا

جائے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعائے نبوی اس لیے نہیں تھی کہ باقی کسی سے اللہ کی محبت نہ ہو بلکہ بعض

۱ صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي هريرة: رقم ۲۳۹۱

۲ صحیح البخاری: کتاب مناقب الأنصار، باب حب الأنصار: رقم ۳۸۴۳

۳ صحیح البخاری: کتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ (باب ذكر أسامة بن زيد)، رقم ۳۴۳۵

اوقات کسی خاص پس منظر میں بات ہوتی ہے، اسی طرح اگر انصار کے بارے میں آپ نے یہ فرمایا تو اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ مہاجرین سے محبت کرنے والوں سے اللہ محبت نہ کرے۔

ہفتم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں، دوبارہ سرگوشی کی تو ہنسنے لگیں۔ اہل بیت کے رونے کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ نے دنیا سے اپنی رخصتی کا بتایا تھا اور خوش اس لیے ہوئیں کہ آپ ﷺ نے انہیں بشارت دی کہ «أَنِّي أَوَّلُ مَنْ يَتَّبِعُهُ مِنْ أَهْلِهِ فَصَحِيحَةٌ»^۱ ”میں اہل بیت میں سے پہلی ہوں گی جو آپ ﷺ کے بعد آپ کے پیچھے (دنیا سے) جاؤں گی۔ تو میں ہنسنے لگی۔“

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

اہل سنت کے تمام مسالک کے نزدیک اہمات المؤمنین اہل بیت میں شامل ہیں مگر شیعہ انھیں ان میں شمار نہیں کرتے۔ ذیل کا تقابل انہی کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اس لیے زینب رضی اللہ عنہا کا شمار صحابہ میں کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «أَسْرَعُنَّ لِحَاقًا بِأَبِي أَطْوَلُ لَكُنَّ يَدًا»^۲ ”تم میں سے سب سے جلدی مجھ سے ملنے والی وہ ہوں گی جن کا ہاتھ کھلا ہے۔“

موازنہ: نبی کریم ﷺ نے اہل بیت میں سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نامزد کر کے بشارت دی مگر ازواج کو اشارہ بشارت دی۔ اور اس بشارت میں دونوں کی بابت اپنے اپنے وقت پر دنیا سے رخصت ہو کر آپ ﷺ سے ملنے کا تذکرہ ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو نبی ﷺ سے ملنے کا شوق تھا، وہ اس اعزاز کے لیے اپنا جائزہ لیتی رہیں۔ پھر جب نبی ﷺ کی وفات کے بعد سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو انہیں چلا۔ سیدہ زینب کے ہاتھ بہت کھلے تھے یعنی وہ اپنے ہاتھوں سے سخاوت بہت کیا کرتی تھیں۔ الغرض دونوں کے لیے بشارت تھی اور یہ بشارت دونوں کے لیے اعزاز تھی۔ یہ حدیث دوسری ازواج کے آپ سے دارِ آخرت میں ملنے اور جنت میں آپ ﷺ کی معیت میں ہونے کی بھی واضح دلیل ہے۔

۱ صحیح مسلم: كِتَابُ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ (بَابُ فَضَائِلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ): ر قم ۳۱۲

۲ صحیح مسلم: كِتَابُ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ (بَابُ مِنْ فَضَائِلِ زَيْنَبِ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ): ر قم ۳۱۶

ہشتم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ نے فرمایا: «سَيِّدُ الشَّهَدَاءِ حَمَزَةٌ»^۱
 ”سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہداء کے سردار ہیں۔“

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

حدیث مذکور کا دوسرا حصہ یہ ہے:

«وَرَجُلٌ قَامَ إِلَى إِمَامٍ جَائِدٍ فَأَمَرَهُ وَمَنَاهَا فَقَتَلَهُ»^۲

”اور وہ شخص بھی شہداء کا سردار ہے جو کسی ظالم و جابر حکمران کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے تو وہ حکمران اسے قتل کر دے۔“

موازنہ: سید الشہداء کا شرف اور اعزاز یقیناً سیدنا حمزہ کے لیے بہت قابل قدر ہے مگر یہ اعزاز مذکورہ صفات کے حامل شخص کے لیے بھی ہے۔

نہم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے وعدہ کیا کہ

«لَا يُحِبُّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ»^۳

”مجھ سے مؤمن ہی محبت کرے گا اور مجھ سے منافق ہی بغض رکھے گا۔“

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا:

«الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ»

”انصار سے محض مؤمن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا۔“

۱ السلسلة الصحيحة: رقم ۳۷۴

۲ السلسلة الصحيحة: رقم ۳۷۴

۳ صحيح مسلم، كتاب الإيثار، باب الدليل على أن حب الأنصار وعلى رقم ۲۴۹

۴ صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب حب الأنصار رقم ۳۷۸۳

موازنہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ایمان و نفاق کا پیمانہ ہیں تو دوسری طرف تمام انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایمان و نفاق کی کسوٹی ہیں۔ دونوں کو زبان نبوت سے یہ اعزاز ملا ہے۔ اگر اہمیت زبان نبوت کو ہو تو دونوں کے اس اعزاز کو منظر عام پر لایا جائے۔ کسی بھی ایک طرف کو بہت اہمیت دینا اور دوسری طرف کا تذکرہ نہ کرنا بلکہ نعوذ باللہ انھی کو ہی منافق قرار دینا جو زبان نبوت سے ایمان و نفاق معلوم کرنے کی کسوٹی قرار پائے! یہ عدل انصاف سے بالکل ہٹی ہوئی بات ہے۔ یہاں یہ فرق بھی ضروری ہے کہ اگر کسی نامناسب موقف کی تردید دلائل کی روشنی میں کی جا رہی ہو تو اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا اہل بیت رضی اللہ عنہم کے کسی فرد سے بغض تصور نہ کیا جائے۔

دہم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (الاحزاب: ۳۳-۳۲)

”اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔“

امت کے فضائل

عمومی طور پر امت مسلمہ کے متعلق فرمایا: ﴿وَلَكِن يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ﴾

”اور لیکن اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے۔“ (المائدہ: ۵۵)

موازنہ: اہل بیت، جن میں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں، ان کو آیت مذکور میں خاص اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ اگرچہ سورہ نساء کی آیت میں انداز بعینہ وہی تو نہیں مگر خاصی حد تک ملتا جلتا ہے۔ اہل بیت اور عام امتی کا کوئی تقابل نہیں لیکن یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ باقی مسلمان اور خصوصاً جو قرآن کے اولین مخاطبین تھے، وہ بھی تطہیر کے عمل سے گزرے تھے۔ اس لیے پانچ کو پاک قرار دینا اور باقی اصحاب کے بارے میں نامناسب رویہ اختیار کرنا کسی طور درست نہیں۔ کیونکہ فرق مراتب کے باوجود تطہیر کا ارادہ الہی ساری امت سے بھی ہے۔

یازدہم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کعبہ میں ولادت کی بات مشہور ہے، گو یہ مستند ذریعے سے ثابت نہیں۔ تاہم اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی کعبہ میں ولادت ہوئی۔^۱

موازنہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کی دلیل کتب سے تو ہمیں نہیں ملی۔ بالفرض اس کو مان بھی لیا جائے، تو پھر بھی یہ سعادت دیگر صحابہ کو بھی حاصل ہوئی۔ اور اگر یہ ایسے کسی اعزاز کی بات ہوتی تو کم از کم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی تو کعبۃ اللہ میں ہونی چاہیے تھی۔

دواز دہم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ»^۲

”جس کا میں دوست ہوں، علی بھی اس کے دوست ہیں۔ اے اللہ! جو اسے دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔“

اسی حدیث کے پیش نظر علی مولا کا نعرہ عام ہے۔

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَنْتَ أَحْوَانَا وَمَوْلَانَا»^۳

”تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو۔“

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں اپنا دوست بنائے رکھا اور سفر و حضر، مشکل و آسانی، جلوت اور خلوت میں جو ساتھ رہے۔ جن کے بارے میں خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سنا کرتا تھا کہ ”میرا ابو بکر اور عمر گئے۔ میں، ابو بکر اور عمر آئے۔“ وہ بھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ ایسے دوست کہ اللہ تعالیٰ نے ساتھ جگہ بھی نصیب فرمادی۔

موازنہ: ’مولا‘ کے لغت میں ۱۸ معانی درج ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے ان نبوی الفاظ کے معنی دوست کے ہوں

۱ سیر أعلام النبلاء: ۲۶/۳

۲ مسند أحمد بن حنبل: ۱۱۹/۱

۳ المستدرک للحاکم: ۱۳۰/۳

جیسا کہ آخری دعائیہ الفاظ مفہوم متعین کر رہے ہیں کیونکہ وہاں وَالِ کے مقابلے میں عادی استعمال ہوا ہے۔ اور 'مولاً' کے الفاظ نبی ﷺ نے سیدنا زید کے بارے میں بھی فرمائے۔

'مولیٰ' کے ایک معنی 'آزاد کردہ غلام' کے بھی ہیں اور سیدنا زید آزاد کردہ غلام تو تھے ہی لیکن حدیث مذکور میں آپ ﷺ سیدنا زید کو اضافی اعزاز مرحمت فرما رہے تھے کیونکہ جو مرتبہ پہلے سے حاصل تھا، اس کے اظہار کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔

تیسرے دو ہم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی نبی ﷺ نے فرمائی۔ ارشاد نبوی ہے:

«قَامَ مِنْ عِنْدِي جَبْرِيلُ قَبْلَ فَحَدَّثَنِي أَنَّ الْحُسَيْنَ يَمُوتُ بِسَطِّ الْفِرَاتِ»

"اس سے پہلے جبریل میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں، انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کو فرات کے ساحل پر شہید کیا جائے گا۔"

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

آپ ﷺ نے سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کی پیش گوئی فرمائی۔ نبی کریم ﷺ، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اُحد پہاڑ پر تھے کہ پہاڑ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«أُسْكِنُ أَحَدًا فَلَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ وَصَدِيقٌ وَ شَهِيدَانِ»

"اُحد! حرکت بند کر دے۔ تجھ پر اس وقت ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔"

موازنہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں بھی شہید ہوئے اور کئی صحابہ اور اہل بیت کے بارے میں آپ نے شہادت کی پیش گوئی بھی فرمائی۔ یہ شہدائے کرام کے لیے اعزاز بھی تھا۔ اگر شہادت کی پیش گوئی اہل بیت کی بابت تھی، تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی بابت بھی تھی۔ ایک کی شہادت پر بے انتہا خوشی اور ایک کی شہادت پر حد سے زیادہ غم کس بات کی غمازی کرتا ہے؟

چہار دہم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کو بد بخت ترین قرار دیا۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

۱ السلسلة الصحيحة: ۲۳۵، ۳: رقم ۱۱۷۱

۲ صحيح البخاري، كتاب اصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان أبي عمرو القرشي: ۳۶۹۹

یا أبا تراب! ألا أحدثكما بأشقى الناس رجلين؟ قلنا: بلى يا رسول الله! قال: أحيمر ثمود الذي عقر الناقة، والذي يضربك على هذه (يعني قرن علي) حتى تبتل هذه من الدم - يعني لحيته -!

”کیا میں تمہیں دو انتہائی بد بخت لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں اے رسول اللہ!... اور دوسرا شخص وہ ہے (پھر آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سر کی چوٹی پر ہاتھ رکھا) اور فرمایا: جو یہاں ضرب لگائے گا اور جس سے یہ داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔“

فضائل دیگر

اسی حدیث میں، مذکور پہلا شخص یہ ہے:
”اور پہلا بد بخت ترین شخص وہ ثمودی ہے جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹیں۔“ (اور وہ جانبر نہ ہو سکی)۔“^۲

موازنہ: ایک کی بد بختی یہ ہے کہ اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، دوسرے کی بد بختی یہ ہے کہ اس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹیں۔ اس فرمان نبوی سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی اہمیت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

پانزدہم: فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي»^۳

”تمہارا میرے ہاں وہی مقام ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاں ہارون علیہ السلام کا تھا مگر بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔“

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

۱ السلسلة الصحيحة: ۱۷۳۳

۲ السلسلة الصحيحة: ایضاً

۳ سنن ابن ماجہ، باب فی فضائل أصحاب رسول اللہ ﷺ، باب فی فضل علی بن ابی طالب: رقم ۱۲۱

«لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ»
 "اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔"

موازنہ: مذکورہ احادیث سے سیدنا علی کی اشارۃً اور سیدنا عمر کی صراحتہً فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ سیدنا علی سے کہا جا رہا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور سیدنا عمر سے کہا جا رہا ہے کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتے تو عمر بن خطاب ہوتے۔ اسلوب کلام میں قدرے فرق ہے لیکن نتیجہ ایک ہے۔ اور اظہار محبت بھی دونوں سے ہے۔

آخری بات: سابقہ روایات کے مطالعے سے کئی امور سامنے آتے ہیں:

① اگر اہل سنت کے ہاں اہل بیت کے لیے کوئی نفرت ہوتی تو ان کے ہاں متفقہ کتب حدیث میں ایسی کوئی حدیث نہ ہوتی۔ لیکن آپ نے دیکھا متقدمین اور متاخرین سبھی نے اہل بیت رضی اللہ عنہم سے متعلقہ احادیث کو بیان کیا ہے۔

② اہل بیت رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ یقیناً بہت زیادہ ہے، مگر ان کے بارے میں احادیث مبارکہ یا آیات قرآنیہ سے من مانے مفہوم لیے جاتے ہیں، وہ اس لیے درست نہیں کہ اس جیسے یا اس سے ملتے جلتے فضائل اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دلوائے ہیں۔

③ مذکورہ تقابل کا مطلب اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان گھٹانا قطعاً نہیں اور نہ کوئی اس سے یہ سمجھے۔ بس اس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے کوئی من مانا مفہوم نہ لیا جائے۔ اگر حیثیت زبان نبوت کو دی گئی ہے تو ایک ایک حرف نبوت کی لاج رکھی جائے۔

④ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں استعمال کیے گئے الفاظ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مستعمل نہیں تو یہاں اس موقف کی تردید بھی ضروری تھی۔

⑤ یہ تقابل کوئی حرف آخر یا آخری فیصلہ نہیں ہے۔ یہ تو دعوت کا ایک اسلوب اور بحث کا ایک نیا رخ ہے اور لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانی ہے کہ اگر اہمیت وحی کو ہے تو وحی میں آنے والے جملہ فضائل جس جس کے لیے ثابت ہیں ان کا بلا تعصب علی الاعلان اظہار کیا جائے۔ اس طرح طرفین کی غلط فہمیاں دور ہونے کے امکانات بھی نظر آتے ہیں۔